

# منیٰ اور مزدلفہ کا مکہ مکرمہ کے ساتھ تعلق اور ان کا حکم

بسم اللہ حامداً مصلیاً  
منیٰ اور مزدلفہ کا مکہ مکرمہ کے ساتھ تعلق

مکہ مکرمہ کے مرکزی حصہ یعنی مسجد حرام و ماحولہ کے بالمقابل مشرق میں پہلے منیٰ کا میدان واقع ہے، پھر منیٰ کے تقریباً متصل جنوب مشرق میں مزدلفہ کا میدان ہے۔ مزدلفہ کی حدود ختم ہونے کے بعد تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر مزید جنوب مشرق میں عرفات کا میدان شروع ہوتا ہے۔ چار کلومیٹر کا یہ درمیانی فاصلہ بھی بے آباد اور ویران ہے۔ عرفات سے آگے مشرق، شمال اور جنوب میں جنگل بیابان ہے،

کوئی آبادی نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کی آبادی کا پھیلاؤ شمال مشرق اور جنوب مشرق کی طرف ہوا ہے۔ شمال میں منی سے اس کا فاصلہ تقریباً ڈھائی کلومیٹر اور مزدلفہ سے ساڑھے چار کلومیٹر ہے، البتہ جنوب کی جانب ایک جگہ پر اس آبادی کا اتصال منی کے ساتھ ہو گیا ہے اور ایک جگہ پر مزدلفہ کے ساتھ ہو گیا ہے۔ جنوب میں منی کے متوازی ”حی عزیزیہ“ کی آبادی چلتی ہے اور درمیان میں صرف ایک پہاڑی سلسلہ ہے۔

## منی اور مزدلفہ کی موجودہ کیفیت

مزدلفہ تو فقط ایک ویران میدان ہے جس کی شرعی حدود میں کوئی آبادی نہیں ہے بلکہ اس میں کوئی سرکاری دفتر بھی نہیں ہے۔ منی بھی اب کوئی آبادی کی جگہ نہیں ہے البتہ اس میں رابطہ عالم اسلامی کا دفتر اور ایک دو اور دفاتر ہیں۔ اسی طرح منی میں ایک جنرل ہسپتال (مستشفى عام) ہے جس کے بارے میں بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کے لوگوں کی خاطر پورا سال کھلا رہتا ہے، واللہ اعلم۔

## کیا منی اور مزدلفہ مکہ مکرمہ شہر میں داخل ہیں؟

مزدلفہ تو ہمیشہ سے بیابان رہا ہے البتہ منی میں کسی وقت میں گاؤں کے برابر آبادی رہی ہے اور وہ گاؤں شمار ہوتا رہا ہے۔

الا ان محمدا يقول ان منى ليس بمصر جامع بل هو قرية فلا تجوز الجمعة بها كما لا تجوز بعرفات و هما يقولان انها تتمصر في ايام الموسم.

(بدائع الصنائع ص 585 و 586 ج 1)

مگر یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منی مصر جامع نہیں ہے بلکہ وہ گاؤں ہے لہذا اس میں جمعہ جائز نہیں ہے جیسا کہ عرفات میں جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایام حج میں یہ مصر بن جاتا ہے۔

وقال محمد لا تجوز فيها (الجمعة) لا نها من القرى حتى لا يعيد بها و لهما انها تتمصر في ايام الموسم ..... وبمنى ابنية ودور و سكر.

(تبیین الحقائق ص 218 ج 1)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منی میں جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ گاؤں ہے حتیٰ کہ اس میں عید کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ ایام حج میں منی مصر بن جاتا ہے..... اور منی میں عمارتیں اور محلے اور گلیاں ہیں۔

لیکن اب منی آبادی سے بالکل خالی ہے، اس میں نہ مکان ہیں نہ گلی محلے ہیں اور نہ ہی آبادی ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ کی آبادی کے اس کے ساتھ اتصال سے دو جدا جدا آبادیوں کا متصل ہو کر ایک آبادی ہونے کا وجود نہیں ہوا، اور اس وجہ سے منی اور مزدلفہ نہ تو مکہ مکرمہ شہر میں داخل ہیں اور نہ اس کے محلے ہیں۔

## کیا منی اور مزدلفہ کو مکہ مکرمہ کے فناء میں شمار کر سکتے ہیں؟

اس کے جواب کے لئے پہلے شہر کے فناء کی حقیقت کو سمجھنا ہوگا۔ فناء شہر سے باہر کی اس جگہ کو کہتے ہیں جو شہر کے مصالح کے لئے مقرر کی گئی ہو جیسا کہ ردالمحتار میں ہے ”المعد لمصالح المصر“۔ لیکن مصالح سے مراد مطلق کسی بھی قسم کا فائدہ نہیں ہے بلکہ حاجتیں اور ضرورتیں ہیں۔ لانہا بمنزلتہ فی حق حوائج اهل المصر لانہا معدة لحوائجہم۔

(تبیین الحقائق ص 218 ج 1)

(شہر والوں کی ضروریات کے اعتبار سے شہر کا فناء بھی شہر کی طرح ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کی ضرورتوں ہی کے لئے مقرر ہوتا ہے۔) قد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى و حوائج المعركة كركض الخيل و جمع العساكر والخروج للرمى وغير ذالك۔

(منہ الخالق علی البحر الرائق ص 141 ج 1)

ائمہ نے تصریح کی ہے کہ شہر کا فناء وہ علاقہ ہوتا ہے جو مردوں کو دفن کرنے کے لئے اور معرکہ کی ضرورتوں کے لئے مثلاً گھوڑے سدھانے کے لئے اور لشکروں کو جمع کرنے کے لئے اور تیر اندازی وغیرہ سیکھنے کے لئے مقرر ہو۔

فناء المصر انما الحق به فيما كان من حوائج اهله والجمعة وصلاة العيدين من حوائج اهله و قصر الصلاة ليس منها۔ (البنایة فی شرح الہدایة ص 254 ج 3)

(شہر والوں کی ضرورتوں کے اعتبار سے شہر کا فناء بھی شہر کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، اور جمعہ کی نماز اور عیدین کی نمازیں شہر والوں کی ضروریات میں داخل ہیں، اور نماز کو قصر کرنا شہر والوں کی ضروریات میں داخل نہیں ہے۔)

غرض فناء شہر سے باہر کی وہ جگہ ہے جو شہر والوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے مقرر ہو محض سہولت یا آسائش کے کاموں کے لئے نہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل معلوم ہونے سے ظاہر ہوا کہ منیٰ اور مزدلفہ دونوں ہی مکہ مکرمہ کے فناء میں بھی داخل نہیں کیونکہ مزدلفہ کے ساتھ تو اہل شہر کی عملاً کوئی ضرورت وابستہ نہیں ہے، البتہ منیٰ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ چھٹی کے دنوں میں رات کے وقت وہاں پکنک منانے جاتے ہیں لیکن پکنک منانا حوائج اور ضروریات میں سے نہیں ہے بلکہ محض آسائش و سہولیات میں سے ہے۔ ردالمحتار کی یہ عبارت کہ بخلاف البساتین ولومتصلة بالبناء لانها ليست من البلدة ولو سكنها اهل البلدة فی جمیع السنة وبعضها (باغات اگرچہ شہر کی عمارتوں کے ساتھ متصل ہوں پھر بھی وہ شہر کا حصہ نہیں ہیں اگرچہ شہر والے پورے سال یا سال کے کچھ حصہ میں ان میں رہتے ہوں) اس بارے میں صریح ہے کہ شہر سے متصل باغوں میں اہل شہر جا کر پکنک منائیں یا سیرا کریں تب بھی وہ فناء میں شامل نہیں ہوتے۔

منیٰ میں موجود جنرل ہسپتال کے بارے میں اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مکہ مکرمہ کے لوگ پورے سال اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تب بھی مندرجہ ذیل وجوہ سے منیٰ فناء نہیں بنتا:

1- محض ایک عمارت سے پورے منیٰ کو فناء قرار نہیں دیا جاسکتا۔

2- یہ کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کے لئے شہر کے اندرونی علاقوں کو چھوڑ کر بیرونی علاقوں کی ضرورت ہو۔ شہر کے اندر اور بہت سے ہسپتالوں کے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کی آبادی کا منی کے ہسپتال سے فائدہ اٹھانا ان کے اعتبار سے سہولت ہے، حاجت و ضرورت نہیں۔

## شہر کے لئے خود دفاع کا ہونا ضروری نہیں

ما اعد لحوائج اہلہ (جو جگہ شہر والوں کی ضرورتوں کے لئے مقرر ہو) کے مفہوم مخالف سے نکلا کہ اگر حوائج کے لئے جگہ مقرر نہ کی گئی تو دفاع بھی نہ ہوگا۔

”منی“ اور ”مزدلفہ“ کو مکہ مکرمہ کا محلہ یا فناء کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جواب

## پہلی دلیل:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی شیر محمد صاحب اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:

”اب صورت حال یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی منی سے بھی متجاوز ہو چکی ہے اور منی مکہ مکرمہ کا ایک محلہ ہے۔“ (مؤرخہ ذوالحجہ

1420ھ)

اس عبارت کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منی کے اندر پہنچی بلکہ پھر منی سے بھی آگے نکل گئی ہے اور جیسے مکہ مکرمہ کے دیگر آباد محلے ہیں اسی طرح منی بھی مکہ مکرمہ کا محلہ بن گیا ہے۔ یہ بات حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ منی میں سرے سے آبادی اور مکانات نہیں ہیں جب کہ محلہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں مکانات اور گلیاں ہوں۔

مدرسہ شاہی مراد آباد کے مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے بھی مفتی شیر محمد صاحب والی بات ہی کچھ مختلف انداز میں کہی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”منی کی آبادی صدیوں تک مکہ مکرمہ کی آبادی سے بالکل الگ رہی ہے اور دونوں کے درمیان صدیوں تک ویران میدان اور پہاڑوں کا فاصلہ رہا ہے جن میں کسی قسم کی آبادی اور عمارت نہیں تھی اس لئے مکہ اور منی کے درمیان مسلسل آبادی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کو مستقل طور پر الگ الگ آبادی قرار دیا گیا تھا جیسا کہ ماضی کے تمام فقہاء نے تسلسل آبادی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کو الگ الگ آبادی قرار دیا تھا۔ اور اب ادھر ماضی قریب میں منی اور مکہ کے درمیان تسلسل آبادی کی وجہ سے دونوں کے درمیان کسی قسم کا انفصال باقی نہیں رہا بلکہ متصل ہو کر ایک ہی آبادی جیسی ہو گئی ہے۔“ (انوار رحمت ص 72)

مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب کی یہ بات حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ ماضی بعید میں منی میں آبادی ہونا تو تسلیم ہے لیکن موجودہ دور میں تو منی میں سرے سے آبادی ہے ہی نہیں جو تسلسل کے باعث مکہ مکرمہ کی آبادی سے متصل ہو سکے۔

## دوسری دلیل:

جامعہ اشرفیہ کے مفتی شیر محمد صاحب اپنے فتوے مؤرخہ ذوالحجہ 1420ھ میں لکھتے ہیں:

”منی اور مکہ مکرمہ کی بلدیہ ایک ہے۔“ (رسالہ ندائے شاہی، دسمبر 2004ء ص 53)

ہم کہتے ہیں کہ بلدیہ تو ایک انتظامی ادارہ ہے جس کے ذمہ علاقہ کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی ہوتی ہے۔ ایک ادارہ کو محض انتظامی طور پر شہر سے باہر کا صحرا اور جنگل بھی دیکھ بھال کے لئے دے دیا جائے تو اس سے اس صحرا اور جنگل کی شرعی حقیقت نہیں بدلتی اور یوں شرعی حکم میں بھی کچھ تبدیلی نہ ہوگی۔

اور اگر ایسا ہو کہ خود سعودی حکومت نے منی کے ویرانے کو مکہ شہر کا حصہ سمجھ کر اس کو مکہ مکرمہ کی بلدیہ کے ماتحت کر دیا ہو تو سعودی حکومت کا ایسا سمجھنا بذات خود کوئی شرعی دلیل و حجت نہیں ہے۔

## تیسری دلیل:

”وہاں کا بڑا ہسپتال سال بھر اپنی خدمات انجام دیتا رہتا ہے، نیز رابطہ عالم اسلامی کا دفتر بھی کھلا رہتا ہے اور شاہی محل بھی آباد رہتا ہے۔“ (رسالہ ندائے شاہی، دسمبر 2004 ص 53)

ہسپتال کی بات تو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ رابطہ عالمی اسلامی کے دفتر کا وہاں ہونا کسی انتظامی سہولت کی وجہ سے ہوگا ورنہ نہ تو اہل مکہ کی ضرورت و حاجت کا اس سے کچھ تعلق ہے اور نہ ہی خاص منی میں اس دفتر کی تعمیر کی کوئی مجبوری ہے۔ ہاں حج کے دنوں میں اس ادارہ کے مہمانوں کی سہولت کے لئے اس دفتر کا وہاں ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

رہا شاہی محل تو وہ منی کی حدود کے ساتھ ساتھ بنا ہوا ہے۔ وہاں عام طور سے محافظ اور دیگر عملہ رہتا ہے اور شاہی محل کا وہاں ہونا اہل مکہ کی کوئی ضرورت و حاجت نہیں، محض حکمرانوں کی آسائش ہے۔

غرض مندرجہ بالا بنیادوں پر پورے منی کو مکہ مکرمہ کا فناء قرار دینا قابل تسلیم نہیں۔

## منی اور مزدلفہ کا حکم

موجودہ حالات میں منی اور مزدلفہ نہ تو مکہ مکرمہ کے محلّہ کی مانند ہیں اور نہ ہی مکہ مکرمہ کے فناء میں شمار ہیں لہذا جس حاجی کا منی جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہو وہ منی، مزدلفہ اور عرفات میں قصر نماز پڑھے۔ اور ایسے شخص پر عید کی قربانی بھی واجب نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں عرفات کی طرح منی اور مزدلفہ میں جمعہ پڑھنا بھی جائز نہیں۔

## ایک نکتہ

ردالمحتار میں ہے:

”ولو جاوز العمران من جهة خروجه و كان بحذاءه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرا اذ المعتبر جانب خروجه ..... لا بد ان تكون المحلة فى المسئلة الثانية فى جانب واحد. فلو كان العمران من الجانبين فلا بد من مجاوزته لما فى الامداد لو حاذاه من احد جانبيه فقط لا يضره كما فى قاضى خان وغيره الخ“.

(اگر آدمی جانب خروج سے آبادی پار کر لے اور کسی اور جانب سے اس کے ایک طرف محلّہ ہو تو وہ مسافر بن جاتا ہے کیونکہ جانب

خروج کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے..... اور اگر آبادی دو طرفوں میں ہو تو اس صورت میں مسافر بننے کے لئے آبادی سے تجاوز ضروری ہے کیونکہ امداد میں ہے کہ اگر آبادی صرف ایک طرف کو ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑھتا جیسا کہ قاضیان وغیرہ میں ہے۔)

اس عبارت کا حاصل جو احسن الفتاویٰ ص 72 ج 4 میں ہے، وہ یوں ہے:

”اگر شہر کی جانب سفر میں مکانات ختم ہو گئے مگر کسی ایک جانب راستے سے دور کوئی محلہ اس طرف بڑھا ہوا ہے تو اس کا اعتبار نہیں البتہ اگر دونوں جانب اس قسم کی آبادی ہو تو ان کی محاذات سے خروج کے بعد حکم قصر ہوگا۔“

اس عبارت سے بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا ہے کہ چونکہ منیٰ اور مزدلفہ کے موازی دو جانب مکہ شہر کی آبادی بڑھی ہوئی ہے لہذا آدمی مسافر اس وقت بنے گا جب دونوں طرف آبادی سے تجاوز کر جائے اور اس طرح سے منیٰ اور مزدلفہ دونوں ہی مکہ مکرمہ کے حصے قرار پائے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ:

1- عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شہر سے نکل کر جس رستے پر جا رہا ہے اس رستے کے قریب تک شہر کی کسی دوسری جانب سے کوئی محلہ بڑھ کر آگیا ہو۔ اگر صرف ایک طرف سے ایسا ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور اگر دو طرف سے ایسا ہو تو اس آبادی سے مجاوزت کا اعتبار ہوگا۔ منیٰ اور مزدلفہ کی صورت میں جیسا کہ نقشہ سے عیاں ہے، شمالی جانب جو محلے ہیں وہ رستے سے بہت دور ہیں اور گزرنے والے کے نہ سامنے آتے ہیں اور نہ اس کے قریب تک آتے ہیں۔

2- علامہ شامی رحمہ اللہ کی دو جانب والی بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ:

i- یہ بات صرف علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح اور امداد میں لکھی ہے:

اذا جاوز بیوت مقامه ولو بیوت الاخبیة من الجانب الذی خرج منه ولو حاذاه فی احد جانبيه فقط لا یضره (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص 230)

”جب آدمی جانب خروج میں اپنی بستی کے مکانات سے تجاوز کر جائے تو اگر اس کے ایک طرف کو آبادی ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔“

رد المحتار میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ بات علامہ شرنبلالی کی امداد سے نقل کی ہے جو اس کی نسبت قاضی خان وغیرہ کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن قاضی خان کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ اس میں یوں ہے:

و یعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذی خرج ولا یعتبر محلة اخرى بحذائه من الجانب الآخر (علی هامش العالمگیریہ ص 164 ج 1)

”جانب خروج سے شہر کی آبادی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور دوسری جانب سے ایک طرف جو محلہ ہو، اس کا اعتبار نہیں ہے۔

علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے یہی بات مراقی الفلاح میں بھی ذکر کی ہے لیکن وہاں کسی اور کا حوالہ ذکر نہیں کیا۔ پھر انہوں نے یہ بات کہاں سے کہی؟ قرین قیاس یہ ہے کہ انہوں نے دیگر فقہاء کی عبارتوں کا مفہوم مخالف اخذ کر کے ایسا لکھا ہے ورنہ دیگر فقہاء نے یہ مفہوم مخالف اخذ نہیں کیا اور ان کی عبارتیں یوں ہیں۔

قاضی خان: ويعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذى خرج ولا يعتبر محلة اخرى بحذائه من الجانب الآخر. (عالمگیری حاشیہ ص 164 ج 1)

(جانب خروج سے شہر کی آبادی کا اعتبار کیا جاتا ہے، دوسری جانب سے کسی طرف کو بڑھنے والی آبادی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔)  
تبیین الحقائق: ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لو جاوز عمران المصر قصر وان كان بحذائه من جانب آخر ابنية. (ص 209 ج 1)

(جانب خروج سے آبادی سے متجاوز کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا آدمی جب شہر کی آبادی سے آگے بڑھ جائے تو وہ قصر کرے گا اگرچہ کسی اور جانب سے اس کے کسی طرف کو عمارتیں بڑھی ہوئی ہوں۔)

البحر الرائق: ولا يعتبر مجاوزة محلة من الجانب الآخر (ص 128 ج 2)  
(دوسری جانب سے بڑھے ہوئے محلہ سے آگے بڑھنے کا اعتبار نہیں ہے۔)

خلاصة الفتاوى: ويعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذى خرج ولا يعتبر محلة بحذائه من الجانب الآخر. (ص 198 ج 1)

(جانب خروج سے شہر کی آبادی سے آگے بڑھنے کا اعتبار ہوتا ہے، دوسری جانب سے ایک طرف کو بڑھے ہوئے محلہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔)  
عالمگیری: ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لو جاوز عمران المصر قصر وان كان بحذائه من جانب آخر ابنية. (ص 139 ج 1)

(جانب خروج سے متجاوز ہونے کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا جب شہر کی آبادی سے متجاوز ہو جائے تو قصر کرے گا، اگرچہ کسی اور جانب سے اس کے ایک طرف عمارتیں ہوں۔)

تتارخانیہ: اذا خلف البنيان الذى خرج منه قصر الصلوة وان كان بحذائه بنيان آخر من جانب آخر من المصر (ص 4 ج 2)

(آدمی جب جانب خروج سے عمارتوں کو پیچھے چھوڑ جائے تو نماز قصر کرے اگرچہ اس کے ایک طرف شہر کی کسی اور جانب سے عمارتیں بڑھی ہوئی ہوں۔)

بنایہ: حتى لو خلف الابنية التى فى طريقه قصر وان كان بحذائه ابنية من جانب آخر من المصر (ص 255 ج 3)

(حتی کہ اگر آدمی اپنے رستے میں آبادی کی عمارتوں کو پیچھے چھوڑ جائے تو قصر کرے اگرچہ شہر کی کسی دوسری جانب سے اس کے ایک طرف کو عمارتیں بڑھی ہوئی ہوں۔)

فتح القدیر: فلو جاوزها و تحاذیه بیوت من جانب آخر جاز القصر

(ص 34 ج 2)۔

(اگر آبادی سے باہر نکل جائے اور اس کے ایک طرف میں کسی اور جانب سے آبادی بڑھی ہوئی ہو تو قصر کرنا جائز ہے۔)

بلکہ ذیل میں دی گئی فقہاء کی تصریحات سے مراقی الفلاح اور امداد کا دیا ہوا مفہوم بھی غلط ثابت ہوتا ہے، مثلاً عنایہ میں ہے:

اذا فارق بیوت المصر من الجانب الذی یخرج منه وان کان فی غیره من الجوانب بیوت۔

(جانب خروج سے جب آدمی گھروں کو پیچھے چھوڑ جائے تو اگرچہ اور جانب میں مکان آگے ہوں، وہ قصر کر سکتا ہے۔)

تاتارخانیہ میں ہے:

ثم یعتبر الجانب الذی منه یخرج المسافر من البلدة لا الجوانب بحذاء البلدة. (ص 4 ج 2)

(پھر اعتبار اس جانب کا ہے جس سے مسافر شہر سے نکلتا ہے، شہر کی دوسری جانبوں کا اعتبار نہیں ہے۔)

کیونکہ ان دو عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ دیگر جانب میں خواہ وہ دوہوں یا زیادہ ہوں، اگر آبادی بڑھ کر مسافر کے رستے کے قریب آجائے تب بھی اس سے مجاوزت ضروری نہیں۔ اس صراحت کے ہوتے ہوئے مراقی الفلاح اور امداد میں لکھی ہوئی بات کسی طور سے درست نہیں۔

## تیسری دلیل

جامعہ اشرفیہ کے مفتی شیر محمد صاحب اپنے فتوے مؤرخہ ذوالحجہ 1420ھ میں لکھتے ہیں:

”منیٰ اور مکہ مکرمہ کی بلدیہ ایک ہے۔“ (رسالہ ندائے شاہی، دسمبر 2004ء ص 53)

ہم کہتے ہیں کہ بلدیہ تو ایک انتظامی ادارہ ہے جس کے ذمہ علاقہ کی دیکھ بھال اور صفائی ستھرائی ہوتی ہے۔ ایک ادارہ کو محض انتظامی طور پر شہر سے باہر کا صحرا اور جنگل بھی دیکھ بھال کے لئے دے دیا جائے تو اس سے اس صحرا اور جنگل کی شرعی حقیقت نہیں بدلتی اور یوں شرعی حکم میں بھی کچھ تبدیلی نہ ہوگی۔

اور اگر ایسا ہو کہ خود سعودی حکومت نے منیٰ کے ویرانے کو مکہ شہر کا حصہ سمجھ کر اس کو مکہ مکرمہ کی بلدیہ کے ماتحت کر دیا ہو تو سعودی حکومت کا ایسا سمجھنا بذات خود کوئی شرعی دلیل و حجت نہیں ہے۔

جو حضرات مکہ مکرمہ اور منیٰ کے ایک موضع ہونے کی وجہ بلدیہ کا ایک ہونا ذکر کرتے ہیں ان میں سے ایک ادارہ غفران راولپنڈی کے مولانا مفتی رضوان صاحب ہیں جنہوں نے حکومت و کارپوریشن کے حدود بلد متعین کرنے کے حجت ہونے پر اپنے تحقیقی سلسلہ نمبر 6 میں بڑی تفصیل سے کلام کیا ہے اور اپنی طرف سے بہت سے دلائل دیے ہیں۔

تحقیقی سلسلہ نمبر 6 ص 83 پر مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں۔

”اصل مدار تو عرف پر ہی ہے اور بلدیہ کارپوریشن وغیرہ اس عرف کی تعین و تسہیل کے لئے بطور علامات ہیں اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے طے کردہ حد بندی (کارپوریشن، بلدیہ وغیرہ) عرف عام کے خلاف ہو جیسا کہ بعض اوقات حکومتی انتظامات ناقص ہونے یا اور کسی مصلحت کے پیش نظر صرف قانونی طور پر کسی جگہ کو کوئی حیثیت دی جاتی ہے مگر عرف عام میں اس کی وہ حیثیت نہیں ہوتی ایسے وقت عرف عام کا معتبر ہونا زیادہ رائج ہوگا کیونکہ اصل اعتبار عرف عام کا ہے جیسا کہ آجکل ہمارے شہروں کی حدود پر چونگیاں قائم کر دی جاتی ہیں اور ایک طویل عرصہ تک وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہیں مگر اس عرصہ میں شہری آبادی ان سے آگے تجاوز کر جاتی ہے۔“



پھر ص 86 پر منی و مکہ مکرمہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”اب بعض حضرات کے بقول مکہ مکرمہ کی آبادی بڑھتے بڑھتے منیٰ اور مزدلفہ کے میدان تک چلی گئی ہے اور وہاں کے قانون اور بلدیہ میں منیٰ اور مزدلفہ کی حدود کو مکہ مکرمہ کی حدود میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اگر واقعہ یہی ہے تو مسافر و مقیم ہونے کا مسئلہ بھی پہلے سے مختلف ہو جائے گا..... اس موقف کی تائید شیخ عبداللہ بن سبیل کے خط سے بھی ہوتی ہے۔

الذی یظہر لنا ان منیٰ اصبحت الیوم جزء من مدینة مكة بعد ان اکتفها بنیان مكة و تجاوزها الی حدود عرفة“  
مفتی رضوان صاحب نے جو دلائل دیئے ہیں وہ یہ ہیں

1- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

i- امداد الفتاویٰ ص 417 ج 1

”اگر کوئی آبادی ایسی ہو کہ اہل عرف اس کے مجموعہ اجزاء کو باوجود کسی قدر فصل کے ایک آبادی سمجھتے ہوں وہاں مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا..... وحدۃ تسمیہ کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو ایک آبادی سمجھتے ہوں“  
مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت تھانویؒ نے اتحاد آبادی کا مدار عرف پر رکھا ہے۔

ii- امداد الفتاویٰ ص 453 ج 1

”اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی کہ مجموعہ دونوں کا اس سابق ایک کے مثل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے۔ اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلا دیا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے۔ ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا۔“

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا تھانویؒ نے یہاں اتحاد موضعین کا اعتبار رویت ظاہری پر رکھا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت ظاہری پر مدار اسی وقت ہے جب کہ اس کا فیصلہ عرف وغیرہ سے نہ ہو سکے۔

iii- امداد الفتاویٰ ص 451 ج 1 میں ہے۔

”قصر وعدم قصر کا مدار تو بالاتفاق اتحاد موضعین پر ہے۔ اور وجوب جمعہ وعدم وجوب کے مدار میں اختلاف ہے۔ بعض اقوال میں اتحاد موضعین پر ہے..... اس قول پر ان دونوں موضوعوں کو دیکھا جائے گا کہ عرف دونوں مستقل سمجھے جاتے ہیں یا متحد۔“

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ نے اتحاد موضعین کے مسئلہ میں یہاں بھی عرف کا اعتبار کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو مقام عرف میں موضع واحد سمجھے جاتے ہوں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ دونوں ایک آبادی کے محلوں کے قائم مقام ہوں۔

iv- امداد الفتاویٰ ص 427 ج 1 میں ہے۔

”اگر یہ مقام جس کی نسبت سوال ہے مستقل آبادی شمار کی جاتی ہے تب تو بوجہ قریہ ہونے کے اس میں جمعہ جائز نہیں اور اگر مستقل آبادی نہیں سمجھی جاتی۔“

مفتی رضوان صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہو رہی ہے کہ آبادی کے مستقل یا دوسری آبادی کا حصہ ہونے میں عرف کا اعتبار ہے کیونکہ آپ فرما رہے ہیں، ”مستقل آبادی شمار کی جاتی ہے“ اور ”اگر مستقل آبادی نہیں سمجھی جاتی“۔ شمار کئے جانے اور سمجھے جانے کے الفاظ عرف ہی میں شمار کئے جانے اور سمجھے جانے کے لئے مشعر ہیں۔

v- امداد الفتاویٰ ص 413 ج 1

”معلوم ہوا کہ گوا آبادی وہاں کی متفرق حصے ہو کر بستی ہے اور ہر حصہ کا نام بھی جدا ہے لیکن تاہم کئی کئی حصے مل کر اس سب کا مجموعہ ایک نام سے مشہور ہے اور وہ حصہ پارہ کہلاتے ہیں مثلاً دولت پور عرف ایک ایک آبادی کا نام ہے جس میں چھوٹے چھوٹے کئی حصے ہیں اور ہر حصہ بھی جدا نام سے موسوم ہے لیکن جس حصہ میں کوئی مسافر جانا چاہتا ہو پوچھنے پر بجائے اس حصہ کے نام کے یہ کہتا ہے کہ دولت پور جاؤں گا اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ پارے بجائے محلوں کے ہیں اور مجموعہ ان پاروں کا ایک آبادی ہے تو ان کے اندر باہم کسی قدر فصل بھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایک آبادی کے اجزاء میں کچھ فصل ہونا اس آبادی کے واحد ہونے کے منافی نہیں۔“

غرض ان پانچوں اقتباسات سے مفتی رضوان صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اتحاد موضعین میں اصل معیار عرف ہے اور جہاں کچھ عرف نہ ہو وہاں ظاہری اتصال پر مدار ہوگا۔

رہی یہ بات کہ عرف سے کونسا عرف مراد ہے۔

i- احسن الفتاویٰ میں ہے۔

i- البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عرف عام میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا۔ (ص 73 ج 4)  
ii- معہذا اگر دو مواضع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک موضع قرار دیا جائے گا (ص 75 ج 4)

ii- مولانا سید زوار حسین صاحب نے (عمدة الفقہ ص 439 حصہ 2) بھی عرف عام کو ذکر کیا ہے۔

iii- مفتی سید عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ فتاویٰ رحیمیہ

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے۔ آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے۔

”دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گے..... اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جزو ہے۔ (ص 180، 181 ج 5)

مفتی رضوان صاحب نے اس فتوے سے کارپوریشن کی حد بندی کو معیار کے طور پر لیا ہے اور ان کے نزدیک یہ عرف عام کی علامت ہے۔ مولانا مفتی انعام الحق سینا مڑھی اپنی کتاب ”احکام مسافر“ میں مفتی عبدالرحیم صاحب کے فتوے کی تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”دو جدا گانہ محلہ یا شہر کے متصل ہونے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب زید مجدہ لدھیانوی نے عرف کے اعتبار کیا ہے اور حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے کارپوریشن کے ملحق کرنے کا اعتبار کیا ہے۔ دونوں بزرگوں کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر حقیقت ایک ہی ہے کیونکہ عموماً کارپوریشن سے ملحق، عرف میں بھی ملحق تصور ہوتا ہے۔“

## ہم کہتے ہیں

ہم اس بحث کے اور مواقع سے قطع نظر کر کے صرف منی و مکہ مکرمہ کے مسئلہ کو لیتے ہیں:-

1- مولانا تھانوی کے فتاویٰ ہوں یا مفتی رشید احمد صاحب کے یا مفتی عبدالرحیم صاحب کے سب میں یہ بات مشترک ہے کہ بحث ان دو مواضع سے ہے جو آباد بستیاں ہوں۔ ان میں سے ایک آباد شہر ہو اور دوسرا ویرانہ ہو اس سے کسی نے بحث نہیں کی۔

2- مفتی رضوان صاحب نے آخر میں تسلیم کیا ہے کہ اصل مدار عرف عام پر ہے۔ اور کبھی کارپوریشن کی حد بندی عرف عام کے خلاف سوال یہ ہے کہ کارپوریشن کی حد بندی کے مخالف عرف عام کا تحقق کیسے ہوتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اتصال ظاہر سے ہوگا یا فصل کے باوجود دو آبادیوں کے درمیان ایسے اتصال اور ربط ضبط سے ہوگا جو عوام کی نظروں میں اس فصل کا اعتبار نہ رہنے دے۔

i- حکومت یا کارپوریشن کی حد بندی اگر اس کے موافق ہے یعنی کارپوریشن دونوں کو ایک آبادی تسلیم کرتی ہے تو عرف عام کی حجت کافی ہے کارپوریشن کی حد بندی کی ضرورت نہیں۔

ii- اور اگر اس کے مخالف ہے یعنی کارپوریشن دونوں بستیوں کو فی الحال علیحدہ علیحدہ شمار کرتی ہے تو یہ عرف عام کے خلاف ہے اس کا اعتبار نہ ہونا چاہئے۔

iii- اور اگر یہ کہیں کہ کارپوریشن کی حد بندی سے لازم ہے کہ عرف عام بدل کر اس کے موافق ہو جائے تو یہ حقیقت سے بعید ہے۔ کیونکہ کسی بھی آبادی میں ایک بڑی اکثریت کو کارپوریشن کی حدود کا علم نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم لاہور میں رہتے ہیں اور لاہور میں رہتے ہوئے ساری عمر گزر گئی لیکن چہار اطراف سے کارپوریشن کی کی ہوئی حد بندی کا کبھی علم نہیں ہوا۔ آپ کو کسی بھی شہر میں ایسے بہت سے لوگ مل جائیں گے جو بتا سکیں کہ شہر کی آبادی چہار اطراف سے کہاں تک پہنچی ہوئی ہے لیکن کوئی یہ جانتا ہو کہ کارپوریشن نے اس شہر کی کیا حد بندی کی ہے ایسا کوئی خال خال ہی ملے۔

جب اہل عرف یعنی عام پبلک کارپوریشن کی حد بندی سے عام طور سے واقف ہی نہیں ہوتی تو یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ کارپوریشن کی حد بندی عرف عام کی تعیین و تسہیل کے لئے بطور علامت ہے۔

3- پھر جب مفتی رضوان صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ بعض اوقات حکومتی انتظامات ناقص ہونے یا اور کسی مصلحت کے پیش نظر صرف قانونی طور پر کسی جگہ کو کوئی حیثیت دی جاتی ہے مگر عرف عام میں اس کی وہ حیثیت نہیں ہوتی ایسے وقت عرف عام کا معتبر ہونا رائج ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ سعودی حکومت نے یا مکہ میونسپلٹی نے کسی مصلحت سے منی کو مکہ مکرمہ میں داخل کیا ہو۔ آخر میونسپلٹی کا کام اپنے زیر اختیار علاقہ کا انتظام و انصرام کرنا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی انتظامی مصلحت پیش نظر ہو۔ تو کیا اس صورت میں عرف عام کو معتبر نہ سمجھا جائے گا۔

4- حدیث میں ہے انا امة امیة لهذا ترجیح اس صورت کو ہوگی جو انتظامی باریکیوں پر موقوف نہ ہو۔

5- عرف عام میں مکہ مکرمہ اور منی جدا جدا ہیں۔ منی سے واپس جانا ہو تو کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔ حاجی سب اسی طرح کہتے ہیں۔ کسی کے ذہن میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ منی مکہ مکرمہ کا میدان ہے۔ عرفہ کی رات کو عرفات سے واپسی پر بعض اوقات بس والے منی پہنچ جاتے ہیں تو سب سمجھتے ہیں کہ منی میں گھوم رہے ہیں اور جب مکانات اور بازار آ جاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ بس مکہ مکرمہ پہنچ گئی ہے۔

6- کارپوریشن والی بات کو مفتی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ نے بلا دلیل ذکر کیا ہے اور ان کی بات خود محل نظر ہے کیونکہ انہوں نے رویت ظاہری اور عرف عام کو محض ایک نئی صورت کے حادث ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر ایک نئی بنیاد کی اختراع کی ہے جس کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی گویا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

دیکھئے مولانا تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

”اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے (نوٹ: بڑا نہ ہونے کا قول جمعہ کی وجہ سے کیا ہے) مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی ہے..... تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے۔ اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلا دیا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا۔“

یہ عبارت اس معنی پر صریح ہے کہ دو آبادیوں کا مکمل اتصال یا ایسا اتصال کہ اجنبی شخص باوجود فصل کے ان کو ایک آبادی سمجھے اس سے اتحاد ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ دونوں آبادیوں کے نام بھی جدا جدا ہوں۔

والقريتان المتصلتان عرفا كبلدة واحدة وان اختلف اسمهما والا اكتفى بمجاوزة قرية المسافر. (نہایۃ

المحتاج الى شرح المنهاج ص 240 ج 2)

اس کے بعد کارپوریشن کے حکم کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ ان کو ایک کہے تو ایک ہو ورنہ جدا جدا ہو۔ غرض کارپوریشن کا یا حکومت کا حکم کسی طرح بھی ظاہری اتصال پر حاکم نہیں ہے۔ اس سے مفتی عبدالرحیم رحمہ اللہ کے فتوے کی تغلیط ہوتی ہے۔